# خود قرآن کیا کہتا ھے

مؤلفہ

جناب سید شہاب الدین تہنا

ناشر

ندوۃ المصنفین مھدویہ حیدرآباد

آندھرا پردیش

# تبعیتِ تامّہ

اور

# خود قرآن کیا کہتا ہے

مؤلفہ

جناب سید شہاب الدین صاحب تنہا



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## خود قرآن کیا کہتا ہے

اللہ پاک کا ارشاد ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۂ یوسف۔ آیت ۱۰۸) یعنی کہدو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے (تمہیں بطریق دعوت) بلاتا ہوں بینائی پر میں اور وہ جو میرا تابع تام (مہدیؑ) ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

بہتیرے مفسرین کرام نے اس آیتِ کریمہ کے معانی و مطالب بیان کرنے میں وہی دور از کار تاویلات کا طریقہ اختیار کیا ہے جیسا کچھ قرآن کی دوسری آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں ان کا اپنا ایک اصول ہے حالانکہ وہ تفسیر بالرائے کے قائل بھی نہیں ہیں۔ اس معاملہ میں متجددین اور زمانۂ حال و ماضی قریب کے تو تمام ہی مفسرینِ متقدمین سے کچھ آگے ہی نظر آئیں گے۔ آیتِ مذکور الصدر میں ایک لفظ آیا ہے مَنِ اتَّبَعَنِیْ، مَنْ ضمیر واحد غائب ہے، بلحاظ موقع و محل یہ بصیغۂ جمع بھی استعمال میں آتا ہے جیسے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى الآیۃ لیکن آیت مافوق میں مَنْ کو بصیغۂ جمع استعمال کرنے کے لئے کوئی قرینۂ عادلہ نظر نہیں آتا۔ اس کے چند وجوہ ہیں جس پر گفتگو آگے آئیگی تاہم جو حضرات اس لفظ مَنْ کو کسی طرح بصیغۂ واحد استعمال کرنے کے حق میں نہیں ہیں اور بضد ہیں کہ اس سے جمع ہی مراد لی جائے نحوی گنجائشوں سے ہٹ کر سیاقِ آیت اور حدیث شریف سے انہیں اپنے اختیار کئے ہوئے موقف کی تائید میں دلیل لانی چاہئیے۔ مجھے تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ اگر وہ مَنْ کی

ضمیر کو بصیغۂ واحد بحال رکھیں تو ممکن ہے یہ بات ان کے لئے مستقل دردِ سر کا باعث بن جائے۔ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت مسلمہ میں ایک واحد ذات حضور ولایت مآب امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہی کی ہے جو اس ضمیر مَنْ کا مرجع قرار پاتی ہے۔ بعض علمائے تفسیر کو تو اپنی مرضی کے مطابق معانی و مطالب کے نئے نئے شگوفے کھلانے میں بڑا کمال حاصل ہے اور قرآن ہی دنیا میں وہ واحد مظلوم کتاب ہے جس پر ان کرمفرماؤں نے سب سے زیادہ مشق ناز فرمائی ہے۔ انہوں نے نحوی گنجائشوں سے جی بھر کے فائدہ اٹھایا اور یہاں بھی بصیغۂ جمع ترجمہ کرکے ہر عامی و جاہل کو بھی اس لفظ مَنْ کا مصداق ٹھیرالیا۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ذہن صیغۂ جمع کی بھول بھلیاں میں بھٹکتا رہے اور کسی طرح سے ذات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف منتقل ہونے نہ پائے۔ یہ رہی ان کی تدبیرِ قرآن سے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ثبوت فراہم نہ ہونے دینے کی۔

مندرجہ صدر آیت کریمہ میں ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ کے بعد سب سے پہلے اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کے الفاظ غور طلب ہیں، اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ پر گفتگو کا مرحلہ تو بعد آئیگا۔ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کے معنی ہیں "اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں" اَدْعُوْا کا مخاطب سارے جن و انس ہیں اور اَدْعُوْا میں ضمیر متکلم یعنی اَنَا بھی پنہاں ہے! اس کی صراحت خود مفسرین بھی کرتے ہیں، دوسری بات یہ کہ اَدْعُوْا کا مطلب ہے بطریق دعوت بلاتا ہوں۔ بطریق دعوت وہی بلاتا ہے جو مامور بالدعوت ہو لہٰذا لفظ اَدْعُوْا سے کسی کھینچ تان کے ساتھ دعوت کا مفہوم پیدا کرنے کی مجبوری نہیں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے مامور بالدعوت ہیں۔ آپکو رسول بنا کر بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ آپ لوگوں کو توحید کی تعلیم دیں اور خدا اور اس کے احکام پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ لوگوں کو خدا کی طرف بلانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں



سے عام اس سے کہ وہ کوئی خاص امتی ہو یا عام امتی اپنی استعداد، اپنی استطاعت، اپنی صلاحیت اور حوصلے کے مطابق کارِ تبلیغ و اشاعتِ دین انجام دے سکتا ہے، لوگوں کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرسکتا ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان اور ایک وفادار امتی ہونے کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ فروغِ دین میں بساط بھر کوشش کرتا رہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین کا ایسا کوئی بطلِ جلیل، ایسا کوئی عبقری عالم، ایسا کوئی امام فن، ایسا کوئی شیخ الاسلام، منجانب اللہ مامور بالدعوت بھی ہے یا دعوت الی اللہ اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ ایک مامور من اللہ اور غیر مامور من اللہ میں یہی بنیادی فرق ہے کہ غیر مامور من اللہ نہ مامور بالدعوت ہے نہ دعوت کرنا اس کے منصب کی ذمہ داری ہے برخلاف اس کے مامور من اللہ کو چاہے وہ اللہ کا کوئی رسول ہو کہ خلیفہ اگرچہ کہ اللہ کا ہر نبی و رسول بھی اللہ کا خلیفہ ہی ہوتا ہے ہر حال میں اپنا دعوتی فرض ڈیوٹی کے طور پر انجام دینا پڑتا ہے۔ یہ ڈیوٹی ہمہ وقتی ہے، حالات، وقت اور مقام کی تعیین سے مشروط نہیں۔ یہ مامور من اللہ کی مرضی پر منحصر نہیں کہ جب چاہے دعوت دے جب چاہے رک جائے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی وہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (والنجم آیت ۳، ۴) کی بموجب صرف اللہ کی مرضی اور حکم کا پابند ہوتا ہے۔ اس کے فرائض میں داخل ہے کہ جگہ جگہ جائے اور پیغام الٰہی پہنچائے چاہے وہاں مجمع منکراں ہو کہ حلقہ یاراں۔ کیا کوئی بھی ذی فہم کہہ سکتا ہے کہ یہ دونوں قسم کی دعوتیں ایک جیسی ہیں، ایک ہی درجہ، ایک ہی سطح، اور ایک ہی نوعیت کی ہیں اور کیا ان کے درمیان کوئی یکسانیت مماثلت ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک ایسے شخص کی دعوت، جو نہ منصبِ دعوت پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہوا ہو، نہ بطور فرض اس ڈیوٹی کو انجام دینے کیلئے پابند کیا گیا ہو، کس طرح ایک خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ کی دعوت کے برابر اور ہم پلہ ہو جائے گی۔ مامور من اللہ اور غیر مامور من اللہ کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دینا دیانت فکری اور شرافتِ ایمانی کا لازمہ تو نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی مسلمانو

کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے احکام جہاں بھی ملیں گے انکی نوعیت عمومی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ کسی کو خاص طور پر منتخب کر کے مامور بالدعوت کی حیثیت سے معین و مقرر فرمایا گیا ہو یا ایسا کوئی اشارہ و کنایہ ہی کم از کم کسی شخص کے بارے میں قرآن و حدیث میں موجود ہو۔

اب آگے چلیے۔ آیت کریمہ میں اس ارشاد پاک اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کے بعد تعین فرمایا جا رہا ہے خدا کی طرف بصیرت یعنی بینائی پر بطریق دعوت بلانے والوں کا۔ یہ بطریق دعوت خدا کی طرف بلانے والے کون ہیں، وہ ہیں اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا جا رہا ہے کہ کہو خدا کی طرف بلانے والی مامور بالدعوت ذات میری ہے اور (میرے بعد) مامور بالدعوت میرا تابع تام ہے۔ مَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف واقع ہوا ہے اَنَا پر۔ مفسرین بھی یہی کہتے ہیں کہ اَنَا کی طرف مَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف ہے[1]، لہٰذا حکم دعوت معطوف اور معطوف علیہ یعنی اَنَا اور مَنِ اتَّبَعَنِیْ دونوں پر یکساں مرتب ہوگا' ورنہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ کے عطف ہونے کا کوئی مقصد ہی نہ ہوگا۔ لازماً جو فرائض اور جو ذمہ داریاں اور جو منصب دعوت اس اَنَا سے متعلق ہوگا بدیہی طور پر اس کا اطلاق مَنِ اتَّبَعَنِیْ پر بھی ہوگا۔ آیت شریفہ صاف بتا رہی ہے کہ ان دونوں دعوتوں میں کوئی تفریق و امتیاز نہیں ہے۔ یہ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ دونوں باعتبار منصب یکساں مامور بالدعوت ہیں۔

اب یہ بات صاف ہو گئی کہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ میں جس تابع کی طرف اشارہ ہے وہ ظاہر ہے

---

[1] "علم نحو کا ضابطہ ہے' العطف بالحروف تابع ینسب الیہ ما نسبت الی متبوعہ وکلاھما مقصودان بتلک النسبۃ یعنی معطوف بحروف ایسا تابع ہے کہ اس کی طرف وہی نسبت کی جائے گی جو اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو اور ان دونوں کا مقصود ایک ہی نسبت سے متعلق ہو۔" (دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل ص۳ مولفہ حضرت مولانا ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی ؒ) میرا یہ مضمون مکمل ہو چکا تھا کہ حضرت میاں سید خدابخش میاں جی صاحب مد فیوضہ نے مولانا مرحوم کا یہ رسالہ مجھے ازراہ عنایت فراہم فرمایا اور ضروری افادہ کی خاطر وہیں سے دو ایک حوالے میں نے حاشیہ میں دے دیئے ہیں۔ اس عنایت پر حضرت موصوف کا میں بہت ممنون ہوں۔ ۱۲



ایک منفرد اور واحد تابع تام ہے کوئی دوسرا تابع نہیں۔ حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر قیامت تک جتنے بھی مسلمان ہوں گے وہ سب کے سب بفرق مراتب تابع ہی کہلائیں گے اور بلحاظ استعداد ان کا اتباع یکساں نوعیت کا نہ ہوگا مگر ان میں سے کوئی تابع تام نہیں ہو سکتا، اس لئے نہیں ہو سکتا کہ قولاً و فعلاً و حالاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت تامہ بتائید الٰہی ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ تابع تام کا مطلب ہے حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بوحی الٰہی ایسا اتباع کرنے والا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس کے قول و فعل و حال میں سرِ مو فرق نہ آئے۔ بس سب کچھ وہاں اصالتہً ہے اور یہاں تبعاً اور یہ اصالت و تبعیت بھی دراصل اصطلاحات کا پردہ ہے ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہے۔ لہٰذا یہ اختصاص اور یہ تبعیت تامہ جو مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منصوصاً حاصل ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے۔ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا باقی جتنے تابع ہوں گے یا تو وہ اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے علم و ادراک کے مطابق حق اتباع ادا کرنے کی کوشش کئے جائیں گے یا پھر ان کا یہ اتباع براہ راست مؤیداً من اللہ نہ ہوگا، اگر فرضاً و تقدیراً منجانب اللہ رہنمائی ہو بھی تو ان کی حیثیت مامور بالدعوت کی سی نہ ہوگی، برخلاف اس کے تابع تام جس سے صرف مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس مراد ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور بالدعوت ہے، ان کا تابع رسول ہونا اپنی فہم و دانش اور اپنے علم و ادراک کی روشنی میں نہیں بلکہ بلا واسطہ براہ راست خدا کے حکم اور اس کی تائید و نصرت پر مبنی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف انہ یقفو اثری ولا یخطئ سے بھی یہی ثابت ہے یعنے فرض دعوت الی اللہ کی ادائیگی میں بھی آپ سے کوئی لغزش اور چوک نہ ہونے پائیگی۔ طابقۃ النعل بالنعل آپ اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلیں گے کہ اس اتباع تام پر اصل ہی کا گمان گزرے گا۔

یہہ سمجھ میں نہیں آتا کہ امرِ دعوت کی اس تخصیص میں حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے تمام مسلمان منصبِ دعوت میں کس طرح شریک ہو جائینگے جبکہ دعوت الی اللہ ان میں سے کسی کا فرضِ منصبی نہیں ہے، اگر ہے تو بتایا جانا چاہیئے کہ ان سب حضرات کے منصوصاً مامور بالدعوت ہونے کی دلیلِ قطعی کیا ہے۔ اگر اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی کی اس تخصیص میں ہر اس مبلغ کو بھی جو شد بد علم دین رکھتا ہو شامل کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا کھل کر اظہار فرما سکتے تھے اور اللہ عز وجل کو (معاذ اللہ) کچھ عجز کلام لاحق نہ تھا۔[1] قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ الآیۃ اللہ عز وجل کا فرمان اور حکم ہے، نص صریح ہے، حکم قطعی ہے، کسی مشاعرے کیلئے دیا ہوا مصرعِ طرح نہیں کہ جیسا جس کے جی میں آئے اس پر تفریحاً طبع آزمائی کرنا شروع کردے۔

اب میں اس گفتگو کے بعد علمائے تفسیر کے چند تفسیری حوالے اپنے بیان کی تائید میں یہاں پیش کروں گا۔

آیت محولہ صدر کی تفسیر میں امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری کہتے ہیں'۔

قل یا محمد لهم هٰذه التی هی الدعوة الی الایمان سبیلی و سیرتی وقوله ادعوا الی الله تفسیر سبیلی۔

اے محمد ان کو سنا دیجئے کہ یہہ دعوت الی الایمان میرا راستہ ہے اور میری روش ہے اور ارشاد خداوندی ادعوا الی اللہ لفظ سبیلی کی تفسیر و تصریح ہے

[1] اس لفظ مَنْ سے بعض نے حضرت علی رضؓ کی ذات مراد لی ہے اور دلیل ان کی طرف سے یہہ دی جاتی ہے کہ خدا نے مَنِ اتَّبَعَنِیْ بصیغہ واحد فرمایا ہے اگر اس سے دوسرے لوگ مراد ہوتے تو مَنِ اتَّبَعَنِیْ کے بجائے وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْنِیْ (اور وہ لوگ جو میرا اتباع کریں گے) بصیغہ جمع فرماتا۔ (قرآن شریف مترجمہ فرمان علی عالم اجل و ممتاز الافاضل صفحہ ۳۹۵ بحوالہ دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل صفحہ ۳) فرمان علی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہہ بات تو ٹھیک کہی گئی کہ مَنِ اتَّبَعَنِیْ بصیغہ واحد فرمایا گیا ہے لیکن یہہ تعیین کہ اس سے حضرت علی رضؓ مراد ہیں بچند وجوہ غلط ہے اور وجوہ کی صراحت اسی مضمون میں کردی گئی ہے۔



وَعلی بصیرۃ یتعلق بادعو وأنا تاکید للمستتر فی أدعو ومن اتبعنی عطف علیه ویجوز ان یکون علی بصیرۃ حالا من ادعو عاملة فی أنا ومن اتبعنی ویجوز ان یکون أنا مبتدأ معطوفاً علیه ومن اتبعنی وعلی بصیرۃ خبرا مقدما فیکون ابتدأ اخبار بانه ومن اتبعه علی حجة و برهان لا علی هوی وتشه۔

(تفسیر جامع البیان سورۃ یوسف صفحہ ۶۲ طبع مصر)

اور لفظ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ متعلق ہے اَدْعُوْا سے اور لفظ اَنَا بطور تاکید ہے اس ضمیر کیلئے جو لفظ اَدْعُوْا میں مستتر و پنہاں ہے۔ اور مَنِ اتَّبَعَنِیْ اس پر عطف ہے۔ اور عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کو لفظ اَدْعُوْا سے حال قرار دینا بھی درست ہے جو لفظ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کا عامل ہے اور ہو سکتا ہے کہ لفظ اَنَا مبتدا، اور معطوف علیہ بھی ہو وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کے لفظ سے۔ اور عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم ہے اور اس خبر کے نظر کرتے یہی خبر اب مبتداء ہو جائیگی، اور مَنِ اتَّبَعَہٗ جو کہا گیا ہے وہ بطور حجت و برہان ہے نہ کہ ہوائے نفس اور پراگندگیٔ ذہن کی بنیاد پر۔

امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری کی تفسیر ہے'

(هٰذه سبیلی) هٰذه سبیل التی هی الدعوة الی الایمان والتوحید سبیلی والسبیل والطریق یذکران یؤنثان ثم فسر سبیله بقوله (أدعوا الی الله علی بصیرة) أی ادعوا الی دینه مع حجة واضحة

(هٰذه سبیلی) یہہ راستہ تو دراصل ایمان و توحید کی دعوت ہے، سبیلی' اور سبیل کے معنی ہیں راستہ' والطریق' اور طریق کے معنی بھی وہی راستہ ہیں، یہہ دونوں لفظ مؤنث ہی استعمال کیے گئے ہیں پھر سبیلہ کی تفسیر کی گئی جیسا کہ ارشاد باری ہے (اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ) یعنے بلاتا ہوں میں اس کے دین کی طرف حجت واضحہ کے ساتھ اور

غير عمياء و (أنا) تأكيد للمستتر في أدعو (ومن اتبعني) عطف عليه يريد أدعو إليها أنا ويدعو إليها من اتبعني ويجوز أن يكون أنا مبتداء وعلى بصيرة خبرا مقدما ومن اتبعني عطفا على أنا اخبارا مبتدأ بأنه ومن اتبعه على حجة وبرهان لا على هوى و يجوز أن يكون على بصيرة حالا من أدعو عاملة الرفع في أنا ومن اتبعني.

(تفسیر کشاف جلد اول سورہ یوسف ۲۰۲ طبع مصر)

اور پورے ہوش گوش کے ساتھ۔ اور اَنَا تاکید ہے لفظ اَدْعُوا میں ضمیر مستتر کیلئے (وَمَنْ اتَّبَعَنِیْ) اس پر عطف ہے، ارادہ کرتا ہوں کہ بلاؤں میں اس کی طرف اور بلائے وہ بھی جس نے میرا اتباع کیا۔ اور یہاں جائز ہے کہ اَنَا کو بطور مبتدا، اور عَلیٰ بَصِیْرَۃٍ کو بطور خبر مقدم سمجھیں۔ اور مَنْ اتَّبَعَنِیْ عطف ہے اَنَا پر ایک ایسی خبر جو جملہ میں بطور مبتدا واقع ہوئی ہے تو حاصل یہ کہ وَمَنْ اِتَّبَعَہٗ جس نے میرا اتباع کیا (وہ اتباع) بربنا حجت و برہان ہوگا نہ کہ ہوی وہوس کی بنیاد پر۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عَلیٰ بَصِیْرَۃٍ کو ہم لفظ اَدْعُوْا سے حال قرار دیں جو ایک قریبی عامل ہے اَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِیْ میں۔

میں نے اوپر یہ دو حوالے نمونتہً پیش کئے ہیں۔ ابن جریر الطبری اور جار اللہ الزمخشری ہر دو مفسرین کا کہنا یہی ہے کہ اَنَا وَمَنْ اِتَّبَعَنِیْ دونوں لفظوں پر لفظ اَدْعُوْا عامل ہے یعنی دونوں لفظوں اَنَا وَمَنْ اِتَّبَعَنِیْ میں سے کوئی لفظ بھی اَدْعُوْا کے دائرہ عمل سے خارج نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ مَنْ اِتَّبَعَنِیْ لفظ اَنَا پر عطف واقع ہوا ہے یعنے اس عطف کی بناء پر جو حکم اَنَا کا ہوگا وہی حکم مَنْ اِتَّبَعَنِیْ کا بھی ہوگا یا یوں کہیئے کہ اَدْعُوْا کے عامل ہونے کے باعث اَنَا وَمَنْ اِتَّبَعَنِیْ کی دعوت میں کوئی فرق و امتیاز نہ ہوگا۔ تیسری بات جو ان مفسرین نے کہی ہے



وہ یہ ہے کہ مَنْ اِتَّبَعَنِیْ کا یہ اتباع بربناء حجت واضحہ و برہان قاطعہ ہوگا، اس میں کسی اپنی ہوی یا خواہش نفسانی کا کوئی دخل نہ ہوگا علامہ زمخشری نے تو اس کے ساتھ غیر عمیاء کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ اب اور کیا چاہیئے۔ اتنا ہے کہ ان مفسرین کرام نے متعین طور پر یہ صاف نہیں کہا کہ یہ صاحب حجت و برہان صرف امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات ہے اگرچہ کہ اس سے مراد ان کے نزدیک آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ انھوں نے ہر اس تابع کے، جو اپنے آپ کو مَنْ اِتَّبَعَنِیْ کا مصداق قرار دیتا ہو، صاحب حجت و برہان ہونے کی نفی کر دی ہے کیونکہ ہر شخص کا خاص ہو کہ عام صاحب حجت و برہان ہونا ممکن نہیں۔ اب یہ تین باتیں یعنی اَنَا وَمَنْ اِتَّبَعَنِیْ پر اَدْعُوْا کا عامل ہونا، اَنَا پر مَنْ اتَّبَعَنِیْ عطف ہونا، اور مَنْ اِتَّبَعَنِیْ کا حجت و برہان پر ہونا امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی دوسرے فرد امت پر منطبق ہوتا ہی نہیں۔

تسلیم کہ بعض نیک نفس بندگان خدا خود اپنی مرضی سے یا ہوی وہوس کے باعث یا کسی ذہنی انتشار کی بناء پر نہیں محض اخلاص فی الدین اور للّٰہیت کے جذبہ کے تحت لوگوں کو خدا کے راستہ پر بلاتے ہوں گے اور تاریخ بھی ان کی دعوت الی اللہ کی گواہ ہے مگر وہ مَنْ اِتَّبَعَنِیْ کا مصداق کیونکر قرار پائیں گے اور صاحب حجت واضحہ و برہان قاطعہ کس طرح ہو جائینگے۔ اگر فقط ان حوالوں سے کام چل سکتا تو الحمد للہ میں اس کے علاوہ کچھ اور بھی تفسیری حوالے پیش کرنے کے موقف میں تھا، مگر کس کے لئے؟ خیر آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کو کیا کہیں گے وہ تو دو ٹوک انداز میں دھڑتے سے کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مَنْ اِتَّبَعَنِیْ سے مراد صرف اور صرف مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔ ذرا ان کی تفسیر بھی دیکھتے چلیئے فرماتے ہیں،

فينظر فيه عين كل مدعو ممن

یہ بات اس نقطہ نگاہ سے دیکھی جائیگی کہ ہر داعی جس مقصد

یدعوہ غیری مما یمکن لہٗ الاجابۃ الی دعوتہ فیدعوہ من ذلک ولو بطریق الالحاح ومایریٰ منہ انہ لا یجیب دعوتہ یدعوہ من غیر الحاح لاقامۃ الحجۃ علیہ خاصۃ فان المھدی حجۃ اللہ علیٰ اھل زمانہ وھی درجۃ الانبیاء التی تقع فیھا المشارکۃ قال اللہ تعالیٰ ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی اخبر بذلک عن نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فالمھدی ممن اتبعہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم لا یخطئ فی دعائہ الی اللہ فمتبعہ لا یخطئ فانہ یقفوا اثرہ و کذا ورد الخبر فی صفۃ المھدی انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم یقفوا اثری

کی طرف بلاتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ دعوت قابل قبول بھی ہے یا نہیں؟ پس دعوت کا یہی انداز (کہ اسکی بنیاد و اساس دیکھی جاتی ہے) یا یہ دعوت، بطور اصرار و تاکید ہے۔ اب یہاں یہ نہ دیکھا جائیگا کہ اس بلاوے پر کس نے توجہ دی اور کس نے نہ دی کیونکہ اس دعوت کا سواد اعظم حجت کا قائم کرنا ہے اور اس میں ایک طرح کی خصوصیت ہے، اور یہ خاصہ و خصوصیت صرف مہدی کیلئے ہے۔ بلاشبہ مہدی اہل زمانہ کیلئے اللہ کی حجت ہیں، اور یہ حجت، حجت انبیاء کا وہ درجہ ہے جس میں مہدی کو مشارکت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف بینائی پر، میں اور وہ جو میرا متبع ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے کہ مہدی جس کا اتباع کرینگے وہ ذات اقدس ہو گی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اپنی دعوت الی اللہ میں خطا نہ کرے گی پس آپکا متبع (تابع تام) بھی اپنی دعوت میں خطا نہ کرے گا۔ اس لئے کہ وہ آپ کے نقش قدم پر چلیگا۔ اوصاف مہدی جو کچھ بیان کئے گئے ہیں اس میں یہ حدیث بھی وارد ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہٗ یقفوا اثری



لا یخطئ وھٰذہ ھی العصمۃ فی الدعاء الی اللہ ۔

لا یخطئ اور یہ خطا نہ کرنا مقام عصمت ہے، جو دعوت الی اللہ کے لئے ناگزیر ہے ۔

(فتوحات المکیہ جلد سوم باب ۳۶۶ ص ۳۳۲ طبع مصر)

ہے کوئی ایسا اہل ہمت جو گروہی عصبیتوں اور جماعتی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گواہ ٹھیرائے اور کسی لاگ لپیٹ کے بغیر اظہار حق کرے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ائمہ تفاسیر میں حضرت ابن عربیؒ سے بڑھکر کوئی صاحبدل اور خداشناس بزرگ گزرے ہیں، اور یہ اور ان کے علاوہ صاحب تفسیر جامع البیان، صاحب تفسیر کشاف جن کی تفسیروں کے اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ولادت با کرامت سے بہت پہلے گزرے ہیں مگر ان کی پیش بینی پر کس کی نگاہ گئی اور کس نے ان کی معروضات کو لائق التفات سمجھا۔

ملال ہوتا ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی جن کی قرآن فہمی اور ژرف نگاہی کی شرق تا غرب دھوم دھوم ہے اپنی عادت کے خلاف اس آیت کریمہ کی تفسیر ہی نہیں کی صرف ترجمہ پر اکتفا کیا اور تفسیر گول کر گئے۔ ذرا ان کی آزاد شاعری ملاحظہ کیجئے! ارشاد ہوتا ہے

"میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔" (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۴۳۲ آیت ۱۰۸ سورۂ یوسف)

یہ آیت کریمہ کا صرف "ترجمہ" ہے۔ اس "ترجمہ" یا "ترجمانی" سے ظاہر ہے کہ موصوف نے آیت شریفہ کو چار الگ الگ حصوں میں کچھ اس طرح تقسیم کر دیا جیسے آیت کریمہ کے ہر ٹکڑے کا ایک جداگانہ مضمون ہو مگر در اصل ان کے اس انداز ترجمانی سے چار نہیں تین ہی مطالب کا اظہار ہوتا ہے، اور اس "ترجمہ" کے باعث آیت کریمہ کی ترتیب بھی کچھ اس طرح ہو جاتی ہے:

(ا) "میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔"

(ب) "میرا راستہ تو یہ ہے میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

(ج) "اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

یہاں گفتگو ترجمہ کے ابتدائی دو حصوں سے ہے۔ اب غور فرمایئے مولانا مودودی نے آیت کریمہ کا جو مندرجہ بالا ترجمہ کیا ہے آیا درحقیقت وہی آیت کریمہ کا مقصود و مدعا ہے۔ مودودی صاحب کے پیش نظر اس سے بحث نہیں کہ قدیم وجدید تمام ہی کتب تفاسیر رہی ہوں گی یا نہیں۔ بہر دست دیکھنا یہ ہے کہ کیا انھوں نے ترجمہ میں وہی اسپرٹ باقی رکھی ہے جو آیت شریفہ کے سیاق سے نکل رہی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ چند ایک مفسرین کے قطع نظر جن کا سینہ اللہ پاک نے قرآن کے معانی و مطالب کے ادراک کے لئے کھول دیا تھا اور جن میں سے بعض نے رمز و کنایہ میں، اور بعض نے صاف صاف مَنِ اتَّبَعَنِیْ کی تعیین کی تھی، باقی تمام ہی مفسرین ماضی وحال نے مَنِ اتَّبَعَنِیْ کو کسی معقول وجہ کے بغیر دائرۂ عموم میں رکھکر ہر عالم وجاہل اور ہر فاضل و اُمی کو اس فضیلت سے مشرف فرمادیا۔ نیز کسی ایک فرد کو لفظ مَنْ کا مصداق قرار دینے کیلئے بھی بعض متقدمین کے سامنے کوئی معین صورت نہ تھی اور ویسے علم ظاہر کا جغرافیہ ہی کیا وہ اپنے حدود اربعہ سے آگے جا سکتا بھی نہ تھا، کشف اسرار اور فہم قرآن کے لئے بے کدورت ذہن اور بے غبار قلب کے علاوہ توفیق الٰہی ضروری ہے۔ علم ظاہر کے باعث دل و دماغ کا زنگ آلود ہو جانا اور قبولیت انوار و تجلیات کی صلاحیت سے محروم ہو جانا اہل طریقت کے نزدیک ایک مانی ہوئی حقیقت ہے۔ ذہن وقلب کی صفائی ذکر الٰہی اور علم صیقل گری سے ہوتی ہے جس کو عرف عام میں علم لدنّی یا علم احسان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ظاہر کے خیالات و آراء باہم متفاوت و متضاد اور محققین صوفیہ کے تعبیرات متحد المعنی نظر آئینگے۔ ان وجوہ کے پیش نظر علمائے ظاہر کا چاہے ان کو کتنا ہی تقدم زمانی حاصل ہو مَنِ اتَّبَعَنِیْ سے



سے معنی عموم مراد لینا قابل فہم ہے ان بیچاروں کا علم ظاہر اس سے زیادہ کی گنجائش ہی نہیں رکھتا تھا ع

کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

بعد کے تمام مفسرین نے تو جیسے منصوبہ بند انداز میں التزاماً مَنِ اتَّبَعَنِیْ کے معنے عموم ہی مراد لئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بعد کے اہل تفاسیر کے پیش نظر کچھ ذہنی تحفظات بھی تھے اور اس کے کچھ اسباب بھی تھے جس کے اظہار کا یہ محل نہیں۔ تاہم اس پیش بندی کے باوجود لفظ مَنْ کو جو ضمیر واحد غائب ہے ذات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھیرنے کا راستہ بند نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن داد دیجئے مولانا مودودی کی ذہانت کو کہ انھوں نے یہ تدبیر بھی آزمالی اور ان تمام گنجائشوں کے کھٹراگ سے بچنے کیلئے ترجمہ کی ٹکنک ہی بدل دی۔ اب جو موصوف نے آیت زیر نظر کا ترجمہ فرمایا اس کا مطلب اسکے سوا نہیں نکلتا کہ

"میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اللہ کی طرف بلانے والا ایک میرے سوا کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ میرا راستہ تو یہ ہے، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی خواہ تم میرے اس راستہ پر آؤ یا نہ آؤ میں اپنا فرض دعوت پورا کر چکا"

موصوف کے ترجمہ میں "میرے ساتھی" کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہی لی جا سکتی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا مطلب اس "میرے ساتھی" کا نکلتا ہی نہیں کیونکہ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ساتھی تھے وہ صرف صحابہ ہی تھے دوسرے مسلمان نہ تھے، اب دیکھئے موصوف کے اس ترجمہ کا،

"میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ "میرے ساتھی" یعنی صحابہؓ حق دعوت سے محروم ہیں۔ اس ترجمہ سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ حق دعوت صرف حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں کیونکہ "میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں" کا اس سے ہٹ کر کوئی دوسرا مفہوم لیا ہی نہیں جاسکتا۔ پھر اس کے بعد جو یہ ترجمانی کی گئی کہ،

"... میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

تو اس کا مطلب یہ کہاں نکلتا ہے کہ "میرے ساتھی" کو بھی اللہ کی طرف بلانے کا حق حاصل ہے۔

اللہ کی طرف بلانا ایک علٰحدہ بات ہے، اور روشنی میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا راستہ دیکھنا بالکل ایک دوسری بات۔ انصاف کیجیئے کہ آیت قرانی کا کیا یہی حق ترجمانی ہے جو ادا فرمایا گیا۔

پھر موصوف نے ترجمہ میں "راستہ" اور "روشنی" سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف جماعت صحابہؓ ہی کو متعلق و مخصوص کر دیا اس لئے کہ ان کے "میرے ساتھی" کہنے کا یہی منشاء ہے۔ انھوں نے پچھلے مفسرین کے معنی عموم پر نظر ڈالی تو غالباً بے چین ہو گئے کہ ارے تم لوگ یہ کیا غضب کر بیٹھے تم جس انداز میں مَنِ اتَّبَعَنِی کا مصداق ہر متبع کو قرار دے رہے ہو اس کے نتیجہ میں معنی عموم مراد لینے کا دروازہ قیامت تک کھلا رہیگا۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی شخص کو اس کا مصداق قرار دینے کی گنجائش بہر حال باقی رہیگی۔ بس سب سے بہتر تدبیر یہ رہیگی کہ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ کے دائرہ عمل سے اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی کو منقطع اور خارج کر دیا جائے۔ —— اور پھر مَنِ اتَّبَعَنِی کو "میرے ساتھی" یعنی جماعت صحابہؓ تک ہی محدود و مختصر کر دیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، تاکہ آئندہ کسی تاویل و تعبیر کے امکان کا راستہ ہمیشہ ہی کے لئے بند ہو جائے۔ اسی کا نام ہے ترجمہ آزاد یا تفسیر بالرائے۔ —— ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی،

صاحب تفہیم القرآن تو اب اس دنیا میں نہیں رہے البتہ ان کے متبعین میں سے کوئی صاحب اٹھکر کہہ سکتے ہیں کہ مولانا مودودی اس طرز ترجمانی میں منفرد نہیں ہیں ان سے پہلے بعض دوسرے مفسرین نے بھی یہی کیا ہے یعنی ان اہل تفاسیر نے لفظ اَنَا کو مبتدا اور عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کو خبر مقدم اور وَمَنِ اتَّبَعَنِی کو اَنَا پر عطف قرار دیکر عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی سے مربوط و متعلق کر کے ترجمہ کیا ہے۔ ہم کہیں گے کہ قرآن فہمی میں سہولت کی خاطر یا اس وقت کے عام مذاق اور رواج کے مطابق ہو سکتا ہے کہ ائمہ تفاسیر نے اس آیت کریمہ کی نحوی ترکیب کو بھی بیان کرنا مناسب خیال کیا ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مفسرین کرام بھی اپنی کسی ایک رائے پر قائم نہیں رہتے، وہ ایک تفسیر کرنے کے بعد پھر



یجوز ان یکون یا اَوْ جیسے الفاظ لکھنے کے بعد معاً اپنی دوسری رائے بھی پیش کر دیتے ہیں یا پھر اپنی اسی رائے کو نحوی اصطلاحوں میں یا دوسرے متبادل لفظوں میں بدل بدل کر بار بار پیش کرتے ہیں۔ یہ تفسیری موشگافیاں غالباً تو اس لئے کی جاتی ہیں کہ آیت کا مفہوم پڑھنے والے کے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا جائے، یا پھر یہ بات ہے کہ وہ آیت کا مفہوم و مدعا قطعیت کے ساتھ متعین کرنے سے قاصر ہیں موخرالذکر صورت، رائے میں اضطراب کی علامت ہے اور یہ ایک ایسا احساس ہے جو ایک ہی آیت کے ایک سے زیادہ تفسیری حواشی دینے پر مجبور کرتا ہے۔ لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ از ابتدا تا انتہا ایک ہی آیت کے تحت دیئے جانے والے تمام ہی تفسیری حواشی سے اتفاق رائے کیا جائے۔ علامہ زمخشری جن کی تفسیر کا اوپر حوالہ آچکا ہے اپنی پہلی تفسیر کے آخر میں یجوز ان یکون لکھ کے اَنَا مبتدا و عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم وَمَنِ اتَّبَعَنِی عطف علٰی اَنَا کی ایک دوسری تفسیر بھی کی ہے۔ اسی طرح صاحب مدارک التنزیل نے بھی اسی آیت کے تحت اپنی پہلی تفسیر کے آخر میں لفظ اَوْ لکھکر دوسری تفسیر بھی تقریب تقریب وہی کی ہے جو علامہ طبری اور علامہ زمخشری نے کی ہے۔ بنظر سہولت تفسیر مدارک کی متعلقہ عبارت ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔

(قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ) هذه السبیل التی هی الدعوة الی الایمان والتوحید سبیلی والسبیل والطریق یذکران ویؤنثان ثم فسر سبیله بقوله (اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ) ای ادعوا الی دینه مع حجة واضحة غیر عمیاء

(قل هٰذہٖ سبیلی) یہ راستہ تو دراصل ایمان اور توحید کی دعوت ہے سبیلی اور سبیل کے معنے ہیں راستہ، والطریق اور طریق کے معنی بھی وہی راستہ ہیں، یہ دونوں لفظ مونث ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر سبیلہ کی تفسیر کیگئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ) یعنے بلاتا ہوں میں اس کے دین کی طرف حجت واضحہ کیساتھ اور پورے ہوش گوش کے ساتھ

(اَنَا) تاکید للمستتر فی ادعوا (وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ) عطف علیہ ای ادعوا الی سبیل اللہ و یدعو الیہ مَنْ اِتبعنی اُو اَنَا مبتداء وعلی بصیرۃ خبر مقدم ومن اتبعنی عطف علیٰ انا یخبر ابتدأ بانہ ومن اتبعہ علی حجۃ وبرہان لا علی ھوی الخ
(تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۲۰)

(اَنَا) تاکید ہے لفظ ادعوا میں ضمیر مستتر کے لئے (وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ) اس پر عطف ہے یعنی بلاتا ہوں میں اللہ کے راستہ کی طرف اور بلائیگا وہ بھی اس راستہ کی طرف جس نے میرا اتباع کیا۔ یا۔ اسے یوں کہئیے کہ اَنَا مبتدا ہے' عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم ہے' اور مَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف ہے اَنَا پر اور اب یہی خبر مبتدا ہو جائیگی کیونکہ وَمَنْ اتبعہ جس نے میرا اتباع کیا وہ اتباع بربنائے حجت وبرہان ہوگا نہ کہ کسی خواہش نفسانی کی بنیاد پر۔

کتب تفاسیر جامع البیان' کشاف اور مدارک کی ان تینوں تفسیروں میں معانی ومفاہیم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے بلکہ الفاظ بھی ان سب کے قریب قریب وہی ہیں۔ ان مفسرین کرام نے اپنی ثانی الذکر تفسیر میں عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کا خبر مقدم ہونا جو بتایا ہے بہت ممکن ہے اسی کو دلیل کے طور پر پیش کر کے مودودی صاحب کے زیر بحث ترجمہ کا جواز ثابت کیا جائے لیکن جہاں تک ہم نے غور کیا ایسی کوئی صورت موصوف کے ترجمہ میں نظر نہیں آتی۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مفسر موصوف نے اس آیت کریمہ کی کوئی تفسیر ہی نہیں کی صرف ترجمہ پر اکتفا فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے یہ ترجمہ کس مفسر قرآن کے تتبع میں کیا ہے اس کا حوالہ پیش کرنے سے ان کی تفسیر تفہیم القرآن قاصر ہے۔ لہٰذا مفسرین کرام کی اس موخر الذکر تفسیر اور خبر مقدم کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کی یہاں کوئی وجہ نہ تھی لیکن بغرض افادہ عام اس پر بھی تھوڑی سی گفتگو کر لینے میں کوئی مضائقہ تو نہیں ہے۔

علامہ زمخشری اور صاحب تفسیر مدارک دونوں ہی (عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ)



کے تحت کہتے ہیں' ای ادعوا الیٰ دینہ مع حجۃ واضحۃ غیر عمیاء یعنی ان مفسرین نے عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کی تفسیر حجۃ واضحۃ غیر عمیاء سے کی ہے۔ نحوی ترکیب کے مطابق لفظ اَنَا (یعنی مبتدا) پر عَلٰی بَصِیْرَۃٍ خبر مقدم ہے مطلب یہ ہوا کہ اَنَا یعنی حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم' حجۃ واضحۃ غیر عمیاء (یعنی حجت واضحہ اور پورے ہوش گوش) کے ساتھ اللہ کی طرف یا مفسرین کے مطابق اللہ کے دین کی طرف بلانے والے ہیں۔ پھر جب قاعدہ کے مطابق اَنَا پر وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف ہے تو اَنَا (یعنی مبتدا) سے جتنے بھی لوازم متعلق تھے ان کا اطلاق لازماً وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ پر بھی بغیر کسی کمی بیشی کے ہوگا۔ یعنے اس طرح اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ دونوں کا ایک ہی حکم ہوگا۔ چنانچہ صاحب مدارک التنزیل کا بھی یہی قول ہے' ومن اتبعنی عطف علی انا یخبر ابتداء بانہ ومن اتبعہ علی حجۃ وبرہان لا علی ھوی۔ اب آپ چاہیں تو عَلٰی بَصِیْرَۃٍ (یعنے خبر مقدم) کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ سے مربوط و متعلق کر کے ہزار اس کا ترجمہ کرتے رہیں'۔

"میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی"

لیکن کسی بھی اعتبار سے نہ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کو اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ کے دائرہ عمل سے خارج کیا جا سکتا ہے نہ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کو لہٰذا مودودی صاحب کا مندرجہ صدر ترجمہ ذہنوں میں غیر ضروری الجھن پیدا کرنے کے سوا اپنے اندر کوئی افادیت نہیں رکھتا۔

سچ تو یہ ہے کہ صاحب تفہیم القرآن کو اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کا ربط ظاہری و معنوی اچھی طرح معلوم تھا اور اس پر اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ کا عامل ہونا بھی ان سے کچھ پوشیدہ نہ تھا۔ ایسا نہیں کہ اس تعلق سے وہ بالکل بھولے اور معصوم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کی پوزیشن اس آیت کریمہ میں وہی متعین کی گئی ہے جو اَنَا یعنی حضور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ اَنَا کی طرف وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ عطف ہونے کے باعث اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ کا اطلاق یکے بعد دیگرے اَنَا اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ

دونوں پر یکساں ہو رہا ہے یعنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ بینائی پر بلانے کیلئے جس طرح مامور بالدعوت ہیں بعینہ آپکے تابع تام امام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی منجانب اللہ مامور بالدعوت ہیں مگر مولٰنا مودودی کیلئے یہہ ایک اشکال تھا جس کا حل فاضل موصوف نے یہہ نکالا کہ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کو پوری طرح اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ سے مربوط و متعلق کر کے پورے ٹکڑے عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کو اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ کے دائرہ عمل سے بالکل کاٹ کر علحدہ کر دیا اب مبتدا، خبر مقدم، عطف، معطوف الیہ اور اَدْعُوْا کا عامل ہونا وغیرہ بیک جنبش قلم سب برخاست ۔

ہم کو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز  نامہرباں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں

ان تمام مفسرین نے جو علی الاطلاق معنٰی عموم کئے تھے اس سے صرف نظر کر کے مَنِ اتَّبَعَنِیْ کو صحابۂ کرام میں حصر کر دیا اور اس عموم میں بھی اپنے لئے ایک صورت جواز نکال لی پھر آیت کریمہ کی خود سے کوئی تفسیر نہ کر کے اپنی گلو خلاصی کی راہ بھی ہموار کر لی یعنی بیک کرشمہ دو کار ۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

سید شہاب الدین تنہا

۲۴ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

۸ مئی ۱۹۸۳ء یکشنبہ

(مکتبہ اشرف مہدی)